حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

"تاریخ امتِ مسلمہ"

تاریخ کی نئی کتاب

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

مدت دراز سے جب کوئی شخص یہ پوچھتا تھا کہ اردو میں مسلمانوں کی تاریخ پر سب سے زیادہ مستند کتاب کون سی ہے؟ تو جواب دینے میں ہمیشہ تامل ہوتا تھا۔ اس لئے نہیں کہ تاریخ پر کوئی کتاب موجود نہیں تھی، بلکہ اس وجہ سے کہ تاریخی روایات کے ملبے سے گوہر مقصود تلاش کرنے کا کام بڑی محنت کا متقاضی تھا، اور مروجہ تواریخ اس باب میں کمزور ضرور تھیں۔ جناب مولانا معین الدین ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب یقیناً قابل قدر ہے جس کی بنا پر میسر کتابوں میں اس کی طرف نظر سب سے پہلے جاتی ہے، اسی طرح مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی صاحب کی "تاریخ اسلام" بھی بہت مشہور ہے، لیکن ان دونوں میں روایات کی تنقیح مطلوب معیار کی نہیں۔

صورت حال یہ ہے کہ علم تاریخ کو باقاعدہ علم کی صورت دینے کا سہرا مسلمان علماء کے سر ہے۔ اس موضوع

پر جن حضرات نے کتابیں لکھیں، ان میں امام محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی "تاریخ الامم والملوک" بعد کے مؤرخین کا سب سے بڑا ماخذ رہی ہے۔ لیکن جس طرح محدثین نے ابتداء میں اپنا فرضِ منصبی یہ قرار دیا تھا کہ وہ پہلے ایک مرتبہ ان تمام روایات کو جمع کر دیں جو انہیں سند کے ساتھ پہنچی ہیں۔ اس کے بعد جرح وتعدیل کے ائمہ اور حدیث کے نقاد آئے۔ تو انہوں نے ان تمام اسانید کا روایۃً ودرایۃً جائزہ لے کر یہ بات تقریباً متعین کر دی کہ ان میں سے کون سی حدیث روایۃً ودرایۃً مستند اور قابلِ اعتبار ہے، اور کون سی ناقابلِ اعتبار۔ اس طرح حدیث کا علم پوری تحقیق کے ساتھ مدون ہو گیا جس کی اسنادی حیثیت ائمہ حدیث کے اقوال اور اسماء الرجال کی کتابوں سے بآسانی پہچانی جا سکتی ہے۔

علمِ تاریخ میں یہ کام کچھ حضرات مثلاً حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے شروع تو کیا، لیکن اسے پوری طرح پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو روایات تاریخ کی ابتدائی کتابوں، اور بالخصوص تاریخِ طبریؒ میں آ گئی تھیں، بعد کے حضرات نے فی الجملہ انہی پر اعتماد کیا، حالانکہ حافظ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی دیانت وامانت اور صاف گوئی کے ساتھ اپنی تاریخ کے شروع ہی میں فرما دیا تھا کہ:

> فما في كتابي هذا من خبر يستنكره قارئه او يستشنعه سامعه من اجل انه لم يعرف له وجها في الصحة فليعلم انه لم يؤت ذلك من قبلنا، وانما أتي من قبل ناقليه. وانا انما ادينا ذلك على نحو ما أدي الينا (تاریخ طبری ۱/۷ و ۸)

> "میری اس کتاب میں جو بھی روایت ایسی ہو جسے پڑھنے والا عجیب سمجھے، یا اس کا سننے والا اسے بُرا سمجھے، کیونکہ اس کی صحت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آتی ہے تو اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں لائے، بلکہ اسے کچھ نقل کرنے والوں سے لیا گیا ہے۔ ہم نے تو وہ خبر اسی طرح پہنچا دی ہے۔ جس طرح وہ ہم تک پہنچی"۔

اس سے صاف واضح ہے کہ امام طبریؒ کا اصل مقصد روایات جمع کرنا تھا، ان میں کون سی غلط ہے اور کون سی صحیح؟ اس کی تفصیل میں جانا اُن کے مقصدِ تالیف سے باہر تھا، اور اس میں غلط اور صحیح کا امتیاز کرنا انہوں نے اپنے بعد کے اہلِ علم ونقد کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

لیکن افسوس ہے کہ روایات کی چھان پھٹک کا یہ کام کلی طریقہ سے پورا نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہماری تاریخ کے نام پر ایسی باتیں مشہور ہو گئیں۔ جو نہ صرف روایت و درایت کے لحاظ سے غلط تھیں، بلکہ ان سے قرون اولی کی جو تصویر سامنے لائی گئی، وہ ان کے مجموعی کردار کے لحاظ سے کسی طرح مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ اور اسی کی بناء پر صحابۂ کرامؓ کے مشاجرات کے سلسلے میں غلط بلکہ گمراہانہ نظریات پھیل گئے جو ایک طرف افراط اور دوسری طرف تفریط کے حامل تھے۔

اس لئے یہ علماء امت کے ذمے قرض تھا کہ وہ تاریخی روایات کی چھان پھٹک کر کے ایک ایسی تاریخ مرتب کریں جس میں نقل محض کے بجائے تحقیق و تفتیش کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے حتی الامکان صرف صحیح روایات کو بنیاد بنایا جائے۔ اور غلط یا ضعیف روایتوں کی تردید کی جائے۔

لیکن اس قرض کو اتارنے کے لئے اعلیٰ قابلیت، نہ صرف تاریخ، بلکہ احادیث و آثار اور اسماء الرجال پر گہری نظر، اور اس سب کے ساتھ اعتدال و توازن اور عقیدے کی پختگی اور عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کا طویل وقت درکار تھا۔ اس لئے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ قرض کون اتارے گا؟

کچھ عرصہ پہلے جامعہ الرشید کے تاریخ کے استاذ مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ تاریخ پر اس قسم کا کام کرنا چاہتے ہیں، اس خبر سے ایک طرف خوشی بھی ہوئی، اور دوسری طرف یہ تردد بھی کہ کیا وہ اس کام کا حق ادا کر سکیں گے، لیکن اس فاضل نوجوان نے چند ہی سال کے بعد اپنے اس کارنامے کی تین جلدیں "تاریخ ملت اسلامیہ" کے نام سے میرے پاس بھیجیں۔ آجکل اسفار و اشغال کے ہجوم میں مجھے اپنے شوق کی کتابیں پڑھنے کا موقع بہت کم ملتا ہے، لیکن اس کتاب نے مجھے کچھ عرصے کے لئے گرفتار کر لیا۔ میں نے خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے حالات تک یہ کتاب باستیعاب دیکھی۔ اور میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے تاریخ امت اسلامیہ کے اس نازک دور کے بارے میں انہوں نے جس طرح روایات کی تحقیق کر کے اس جھاڑ جھنکاڑ سے حقیقت کا استخراج کیا ہے، وہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خصوصی فیضان ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام بلا استثناء اُمت کے وہ عمائد ہیں جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد افضلیت کا وہ مرتبہ حاصل ہے جو کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ الصحابۃ کلھم عدول، محض ایک اندھا عقیدہ نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی گواہی قرآن کریم اور احادیث

نبویہ (علیٰ صاحبہا السلام) نے دی ہے۔ جو حضرات ضعیف روایتوں کی بنیاد پر بعض صحابہؓ کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتے ہیں، وہ درحقیقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بدگمانی پیدا کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ویزکیھم" کا جو فریضہ اللہ تعالیٰ نے سونپا تھا (اور جس کا ذکر قرآن کریم نے چار مقامات پر فرمایا ہے) معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ادائیگی میں ناکام رہے، اور انہیں حبِ اقتدار اور حُبِّ مال سے خالی نہ کرسکے۔ صحابہؓ کرام کے تزکیے کے بارے میں قرآن وسنت کے واضح ارشادات کے مقابلے میں کمزور تاریخی روایات پر اعتماد کرنا عقل وانصاف کی کسی منطق پر پورا نہیں اترتا۔

کہا جاتا ہے کہ جن کمزور راویوں کو صحابۂ کرامؓ پر تنقید کے بارے میں ناقابلِ اعتماد قرار دیا جاتا ہے، انہی پر تاریخ کے دوسرے واقعات کا دارومدار ہے، اور اگر ان کی روایات کو ناقابلِ اعتماد قرار دیا جائے تو پوری کی پوری تاریخ کو رد کرنا پڑے گا، لیکن یہ بات کہنے والے اس بدیہی حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ زندگی کے عمومی واقعات جن سے نہ کوئی عقیدہ متاثر ہوتا ہے، نہ کسی مسلّم حقیقت کی نفی ہوتی ہے اور نہ راوی کے اپنے نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ اُن میں کسی کمزور راوی کی بات فی الجملہ قابلِ قبول ہوسکتی ہے، لیکن جب وہی راوی اپنے کسی باطل نظریے کی واضح یا مخفی انداز میں تائید کے لئے کوئی ایسا قصہ بیان کرتا ہے جو کسی مسلّم حقیقت کے خلاف ہو، تو اس کی بات کو کیسے تسلیم کرلیا جائے؟

اس کی مثال یہ ہے کہ آپ اخبار میں روزانہ اس قسم کی خبریں پڑھتے ہیں کہ فلاں مقام پر ٹرین کا کوئی حادثہ ہوگیا، فلاں جگہ بس اُلٹ گئی، فلاں جگہ سردی شدید ہوگئی، تو آپ کو اس تحقیق کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اخبار کا یہ رپورٹر کتنا قابلِ اعتماد ہے، لیکن اگر وہی رپورٹر ملک کی کسی ممتاز شخصیت کے بارے میں، جسے بحیثیت مجموعی شریف سمجھا جاتا ہو، یہ خبر دے کہ اُس نے فلاں سے رشوت لی ہے، تو ایک عام انسان بھی خبر کو درست باور کرنے سے پہلے رپورٹر کی سچائی اور اس کے رجحانات کا جائزہ ضرور لے گا، اور مضبوط شواہد کے بغیر صرف اس کی خبر پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ بدیہی قاعدہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں یکسر فراموش کردیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ تاریخ میں کوئی کمزور سے کمزور راوی بھی کسی صحابی کی طرف کوئی بدعملی منسوب کرے تو اُسے ضرور صحیح سمجھو، اور اس کے حالات ونظریات کی تحقیق ممنوع ہے۔

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب نے اس کتاب میں مذکورہ بالا اصول کو جس محققانہ انداز میں مدنظر رکھ کر

قرونِ اولیٰ کی تاریخ مرتب کی ہے، وہ اُن کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ اس کام کے لئے انہوں نے تمام معتبر مواد کو چھان کر اور ہر طرح کی روایات کا دقیق نظر سے جائزہ لے کر واقعات کو اس منطقی ترتیب سے بیان کیا ہے کہ اُن میں کوئی خلا محسوس نہیں ہوتا۔

دوسری تواریخ کی طرح فاضل مؤلف نے اس تاریخ کو بھی حضرت آدم علیہ السلام اور پچھلے انبیاء کرام سے شروع کیا ہے، پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، خلفائے راشدین، خلافتِ بنوامیہ اور خلافتِ دوم اس کے حالات موجودہ تین جلدوں میں بیان فرمائے ہیں۔ تاریخی حالات کے علاوہ ہر دور کی ممتاز علمی اور دینی شخصیات کا بہترین تعارف کرایا ہے، جس سے پڑھنے والے کو معلومات کا مستند ذخیرہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔

عام طور سے ہماری موجودہ تواریخ بادشاہوں کے حالات اور جنگی مہمات پر زیادہ زور دیتی ہیں، اور اُس دور کے معاشی، معاشرتی، ترقیاتی اور تمدنی حالات کا بیان اہتمام کے ساتھ نہیں ہوتا۔ فاضل مصنف سے گذارش ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں اس پہلو پر بھی خصوصی توجہ دیں۔

اس کتاب کا ایک اور اچھا پہلو یہ ہے کہ اس کا نام "تاریخ اسلام" کے بجائے "تاریخ امت مسلمہ" ہے۔ "تاریخ اسلام" نام رکھنے سے شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ تاریخ میں جو کچھ بھی ہے وہ اسلام کا تقاضا ہے، اس کے نتیجے میں بہت سے بادشاہوں کا کردار بھی اسلام کی طرف منسوب ہو جاتا ہے اس کے برعکس "تاریخ امت مسلمہ" کے عنوان ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مسلمانوں کی تاریخ ہے، اور ان کے ہر عمل کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

بہرکیف اس جلیل القدر تالیف پر ہم مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب کو تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کی لائبریری کے ایک بہت بڑے خلا کو پُر کیا ہے، جو کم ترک الاول للآخر کا مصداق ہے۔

ہماری رائے میں یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کا عربی اور انگریزی میں بھی ترجمہ ہونا چاہئے۔ ابھی تین جلدیں منظرِ عام پر آئی ہیں، اور فاضل مؤلف آگے کا حصہ بھی لکھ رہے ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ہاتھوں عصرِ حاضر کا یہ عظیم کارنامہ بخیر وخوبی پورا فرمائیں۔ آمین۔

☆☆☆